علم دنیا میں دوراستوں سے آیا ہے

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
ضبط وترتیب: حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ

۱......ایک علم الٰہی ہے جو بذریعہ وحی انبیأ کرام علیہم السلام کے توسط سے دنیا والوں کو پہنچا ہے، اس علم کی معلّم اول خود حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ شانہ کی ذات گرامی صفات ہے اور اس کے اولین شاگرد حضرات انبیأ کرام علیہم السلام ہیں۔ اس مقدس سلسلۂ تلامذہ میں پہلے شاگرد اور متعلم ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں، جن کے علم وفضل کا لوہا ملائکہ مقربین تک نے مانا ہے اور اس لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ہی اس علم الٰہی کا پہلا درس حظیرۂ قدس کی درس گاہ میں ملأ اعلیٰ کے فرشتوں کو ہی دیا گیا ہے۔ یہ علم الٰہی وہ علم ہے جس کے ادراک ومعرفت سے عقل انسانی قاصر وعاجز ہے، اس لئے کہ یہ حقائق الٰہیہ اور علوم غیبیہ عقل انسانی کی دسترس سے بالاتر اور وراء الوراء (دور سے دورتر) ہیں: ارشاد باری ہے:

”وَلَایُحِیْطُوْنَ بِشَیْئٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَاشَآءَ“۔ (البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ:۔”اور وہ (انسان) نہیں احاطہ کرسکتے اس کے علم کے کسی حصہ پر بھی، بجز اس کے جو وہ خود (عطا فرمانا) چاہے“۔

اور اس ”بِمَاشَآءَ“ کے استثناء کے تحت ان علوم کا جو حصہ انسانوں کو دیا گیا ہے، وہ علم الاولین والآخرین (اگلوں اور پچھلوں سب کا علم) ہونے کے باوجود بھی ”قدر قلیل“ گویا بحر ذخار کے ایک قطرہ کا مصداق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

”وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّاقَلِیْلًا“۔ (بنی اسرائیل:۸۵)

ترجمہ:۔”اور جو علم تم کو دیا گیا ہے، وہ تو بہت ہی تھوڑا علم ہے“۔

۲......دوسرا وہ علم ہے جس کا ذریعہ عقل وادراک کا وہ جوہر لطیف ہے جو خالق کائنات نے ہر انسان کی فطرت میں علی فرق المراتب (درجہ بدرجہ) ودیعت فرمایا ہے، جس کا ظہور ہر بچہ میں ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی شروع ہوجاتا ہے اور سن وسال نیز محسوسات ومشاہدات اور تجربات کے

اضافہ کے ساتھ ساتھ بڑھتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔

بحیثیت مجموعی ہر دور میں عقل انسانی میں جتنی پختگی پیدا ہوتی گئی، یہ ''فکری ونظری علم'' بڑھتا اور ترقی وتنوع اختیار کرتا رہا اور جوں جوں نسل انسانی کو نت نئی حاجات وضروریات پیش آتی رہیں، ان کو پورا کرنے کی تگ ودو میں اس علم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا۔

لیکن اس علم انسانی کے مبادی: محسوسات ومشاہدات وتجربات سے انتفاع میں بھی عقل انسانی کی ابتدائی رہنمائی وحی والہام الٰہی کے ذریعہ ہی ہوئی ہے اور تمام تر صنعتوں اور حرفوں کے اصول ومبادی کے معلم اول بھی انبیأ کرام علیہم السلام ہی ہوئے ہیں۔

چنانچہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ تمام تر آسمانی تعلیمات جن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے اُنہیں مبعوث کیا گیا تھا۔ معبودِ حقیقی کی ابتدائی معرفت اور اس روئے زمین پر انسانی زندگی کے ابتدائی لوازمات: غذا، لباس اور مسکن کے مہیا کرنے کے طریقوں کی تعلیم پر مشتمل تھیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام خیاطت (کپڑا سینے) کے معلم اول تھے، حضرت نوح علیہ السلام کشتی سازی اور جہاز سازی کے معلم اول ہوئے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام آلاتِ حرب میں سے زرہ سازی کے معلم اول اور حضرت سلیمان علیہ السلام فنونِ لطیفہ میں سے عمارت سازی اور ظروف سازی کے معلم اول ہوئے ہیں۔ معدنیات میں سے خام لوہے سے فولاد تیار کرنے اور تانبہ کو سیال کرنے کی صنعت کے معلم اوّل بھی حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام ہی ہوئے ہیں، قرآن کریم کی نصوص اور صریح آیات اس پر شاہد ہیں۔

لیکن یہ تمام علوم جو انسانی عقل اور قوت اختراع کے ذریعہ پَروان چڑھے اور دنیا میں پھیلے، درحقیقت علوم نہیں، بلکہ فنونِ صنعت وحرفت ہیں، جنہیں انسانی عقل، موجوداتِ عالم، خصوصاً زمین اور اس کی اندرونی وبیرونی پیداوار، یعنی معدنیات ونباتات وحیوانات، پہاڑوں اور جنگلات کی طبعی پیداوار کے افعال وخواص اور منفعتوں، مضرتوں کے مسلسل مطالعہ اور اس کی تحلیل وترکیب سے انسانی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے والی نو بنو ایجادات واختراعات کو سالہا سال تک بروئے کار لاتی رہی ہے اور یہ نو بنو مصنوعات وجود میں آتی رہی ہیں۔

بہرحال قرآن کریم کی روشنی میں یہ تو مسلم ہے کہ حیات انسانی کے ابتدائی مراحل میں عقل انسانی کی رہنمائی بھی وحی الٰہی کے ذریعہ ہوئی ہے، بلکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت میں نسلاً بعد نسل جو صنعتیں اور حرفتیں قیامت تک وجود میں آنی والی تھیں، جن کی تعداد اس روایت کے بموجب ایک ہزار ہے، وہ سب اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائی ہیں، آیتِ کریمہ: ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا'' سے اس

روایت کی تائید ہوتی ہے۔ فلسفہ توالد وتناسل کی رو سے بھی ادم یعنی ابو البشر کی خلقت اور فطرت میں اُن تمام کمالات وفنون کے اجمالی نقوش موجود ہونے ضروری ہیں، جو اُن کی ذریت میں بطورِ توارثِ نسلِ انسانی کے مختلف ادوار میں وجود میں آنے والے ہیں۔

اس جہانِ حدوث وفنا، یعنی دنیا کے بقا وارتقا کے لئے یہ علومِ عقلیہ صناعیہ اور ضروریاتِ زندگی کی کفیل صنعتیں بے حد ضروری ہیں اور ہر دور میں حق تعالیٰ شانہٗ عقل وادراکِ انسانی کی تحقیقات وتجربات کے ذریعہ اپنی گوناگوں عنصری، معدنی، نباتاتی اور حیوانی مخلوق میں چھپی ہوئی بیشمار صلاحیتیں، منفعتیں اور مضرتیں ظاہر فرماتے اور منظر عام پر لاتے رہے ہیں، اس لئے کہ خالقِ کائنات نے حضرت انسان کو ہی ان پر متصرف بنایا ہے اور انہی ارضی وسماوی کائنات ومخلوقات سے اس کی زندگی وابستہ ہے، ارشاد ہے:

۱۔ ''وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْأَرْضِ ''۔ (الجاثیہ:۱۳)

ترجمہ:۔ ''وہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے، سب تمہارے تصرف میں دے دیا ہے''۔

۲۔ ''وَخَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعاً''۔ (البقرہ:۲۹)

ترجمہ:۔ ''جو کچھ زمین میں ہے، سب تمہارے لئے ہی پیدا کیا ہے''۔

چنانچہ انسانی عقل اور قوتِ اختراع کے ذریعہ ''خَلَقَ لَكُمْ'' اور ''سَخَّرَ لَكُمْ'' کی عملی تفسیر ہمیشہ سامنے آتی رہی ہے اور رہتی دنیا تک آتی رہے گی، نئی نئی ''دریافتیں'' ہوتی رہیں گی اور نو بنو ایجادات ومصنوعات منظر عام پر آتی رہیں گی، نہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ودیعت فرمودہ افعال وخواص اور منفعتوں اور مضرتوں کی کوئی حد وانتہاء ہے اور نہ ہی انسانی ایجاد واختراع کی کوئی حد ونہایت ہے۔ درحقیقت خالق کائنات کی ان نو بنو شؤون الٰہیہ کے تحت جن کے متعلق ارشاد ہے: ''كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ''(رحمٰن:۲۹) ہر روز اس کی نئی شان اور نرالی شان ہے، ہر نیا دن اپنے ساتھ نئی نئی دریافتیں اور نو بنو ایجادات واختراعات لاتا ہے۔ اس طرح ایک طرف اس کارخانۂ قدرت کی لامحدود وسعت، ہمہ گیری اور احاطہ کا اور دوسری طرف روز افزوں دولت وثروت اور نو بنو لوازمِ معیشت کا ظہور ہوتا ہے اور حق جل وعلا کے کمال علم وقدرت اور محیر العقول کائناتی نظام کی حکمتیں اور اسرار ظاہر ہوتے رہتے ہیں، تاکہ یہ حضرت انسان ان آیات بینات (روشن دلائل) کو دیکھ کر زبانِ حال اور زبانِ قال دونوں طریق پر اعتراف کرتے رہیں:

''رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً''۔ (آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ:۔ ''اے پروردگار! بیشک تو نے اس (کارخانۂ قدرت) کو (یونہی) بیکار وبے فائدہ نہیں پیدا کیا ہے''۔

ظاہر ہے کہ دنیا کی یہ گوناگوں ارضی وسماوی موجودات اور ان کے حقائق وعجائبات اور اسرار وحکم کے دریافت واکتشافات کا کفیل عقل وادراکِ انسانی ہی کو بنایا گیا ہے، اسی میں وہ شب وروز مصروف ومنہمک ہے اور قیامت تک رہے گی، اسی لئے کسی رِندمشرب کا مقولہ ہے کہ: ''خدا اور انسان اپنی تخلیق پیہم سے زندہ ہیں''۔ بات ایک حد تک صحیح ہے، لیکن اندازِ بیان عظمت وجلال خداوندی کے منافی اور تعبیر گستاخانہ ہے۔

ان صنائی علوم کا انبیأ علیہم السلام کے فرضِ منصبی سے کوئی تعلق نہیں۔ نبوت کا فرض منصبی تو یہ ہے کہ ان حقائق الٰہیہ اور مرضیاتِ خداوندی کو وہ بیان کریں، جن کی معرفت سے عقل انسانی قاصر ہے۔ اسی لئے خاتم انبیاء ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا ہے: ''أنتم أعلم بأمور دنیاکم''۔ ''دنیاوی دھندوں کو تم خود ہی خوب جانتے ہو''۔

انبیأ علیہم السلام کا اصلی کام حق تعالیٰ کی ذات وصفات وکمالات کی معرفت، عبادت، وطاعت الٰہی کے طریقوں اور ''مَا فِیْ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضِ'' سے انتفاع واستعمال کے سلسلہ میں مرضیاتِ الٰہیہ اور منشاءِ خداوندی سے آگاہ کرنا، مبدأ ومعاد کے احوال، مرنے کے بعد کی زندگی کے کوائف، حساب وکتابِ اعمال کی تفصیلات اور جزاء وسزا، جنت ودوزخ وغیرہ حقائق دینیہ کا بیان کرنا ہے، یہ وہ علم ہے جس کو عقل انسانی قطعی ادراک نہیں کرسکتی۔

اگر اس نظام کا بقاوارتقا اُن دنیوی علوم وفنون اور وسائل وضروریات کی تکمیل پر موقوف ہے تو دنیا کا معنوی بقا، روحانی ارتقا انسان کی درندگی اور بہیمیت سے محفوظ ''انسانیت'' کی تعلیم وتربیت پر موقوف ہے، اگرنفوس کی تعلیم وتربیت، قلوب کی اصلاح وتزکیہ اور اس ''خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِیْ الْأَرْضِ جَمِیْعاً'' (بقرہ:۲۹) یعنی ''جو کچھ زمین میں ہے، سب تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیا ہے'' سے انتفاع میں عقل انسانی کی صحیح رہنمائی ''علوم وحی'' یعنی مذہب اور دین الٰہی کے ذریعہ نہ کی جائے اور عقل انسانی کو آزاد اور شتر بے مہار کی طرح بے لگام چھوڑ دیا جائے تو یہ پورا کارخانۂ قدرت اور سارا عالم خود اسی انسان کے ہاتھوں جس کی فلاح وبہبود کے لئے یہ پیدا کیا گیا ہے، یکسر تباہ وبرباد ہوجائے اور روئے زمین فساد وبربریت، قتل وغارت اور درندگی کی آماجگاہ بن کررہ جائے، جس کی نشاندہی آیتِ کریمۂ ذیل میں کی گئی ہے:

''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ''۔ (روم:۴۱)

ترجمہ:۔ ''بحر وبر میں لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ایک فساد برپا ہے''۔

اس لئے قانونِ قدرت کا تقاضا اور بقائے اصلح کے اصول کا فیصلہ یہی ہے کہ ہر دور میں اس سرزمین پر انسانی دسترس سے بالاتر قانونِ الٰہی اور مذہب سماوی کا وجود ضروری ہے، تاکہ

انسان انسان رہیں، حیوان اور درندے نہ بن جائیں۔

موجوداتِ عالم سے انتفاع اور ان کے استعمال پر مذہب، یعنی احکام الٰہیہ کی یہ پابندی اس لئے بھی ضروری اور ناگزیر ہے کہ خالق کائنات نے جس طرح انسان کی ''عبدیت'' یا کہئے عقل وخرد کی آزمائش اور اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی اہلیت کو ظاہر کرنے کی غرض سے خود انسان کی خلقت میں نکوکاری و پرہیزگاری اور فسق وفجور و بدکاری دونوں کے رجحانات فطری طور پر رکھ دیئے، ارشاد ہے:

''فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰيهَا''۔ (شمس:۸)

ترجمہ:۔''پس دل میں ڈال دیا اس کے اس کی بدکاری کو اور پرہیزگاری کو''۔

اور متنبہ فرمادیا:

''قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا''۔ (شمس:۹،۱۰)

ترجمہ:۔''بیشک جس نے اس نفس کو پاک وصاف کرلیا، اس نے فلاح پائی اور جس نے اس کو زندہ درگور کردیا، وہ خسارہ میں رہا''۔

اسی طرح انسان کے تصرف اور استعمال میں دی جانے والی تمام موجوداتِ عالم میں منفعت اور مضرت دونوں قسم کے خواص واثرات بھی رکھ دیئے۔ دنیا کی کوئی بھی چیز نہ اس طرح منفعت رساں ہے کہ اس میں مضرت کا شائبہ بالکل نہ ہو اور نہ ایسی مضرت رساں کہ اس میں منفعت کا کوئی شائبہ نہ ہو، حتی کہ سمیات (زہریلی اشیاء) میں بھی عظیم منافع موجود ہیں، پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ منفعت ومضرت کا کوئی یکساں اور مطرد ضابطہ نہیں، بلکہ ایک ہی چیز ایک وقت اور ایک حالت میں نافع، مفید اور حیات آفرین ہے اور وہی چیز دوسرے وقت اور دوسرے حالات میں سخت مضر اور ہلاکت خیز ہوتی ہے۔

طبائع اور امزجہ میں بھی اسی طرح کا فرق اور تفاوت رکھا کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے لئے مضر اور مہلک ہے اور وہی چیز دوسرے شخص کے لئے مفید اور صحت بخش ہے اور اس متنوع اور متضاد افعال وخواص کی حامل موجودات پر متصرف بنادیا۔ اس نکوکاری اور بدکاری دونوں قسم کے متضاد رجحانات کی مالک مخلوق انسان کو پھر اچھی بری، مفید ومضر اشیاء کے انتخاب کا اختیار صرف عقل وخرد کے ہاتھ میں نہیں دیا، بلکہ نفسانی اغراض وخواہشات کو اس انتخاب میں دراندازی کرنے کی پوری ''پاور'' (قدرت) دے دی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر قدم پر عقل وخرد اور نفسانی اغراض وخواہشات میں زبردست کشمکش اور کھینچ تان برپا ہے اور یہ ظلوم وجہول مخلوق یعنی حضرت انسان سر پکڑے حیران کھڑا ہے۔ اسی ہوا وہوس اور عقل وخرد کی کش مکش کے مواقع کے لئے اللہ رب العالمین اپنی اس ''حاملِ امانت مخلوق'' حضرت انسان کی رہنمائی فرماتے ہیں:

''عَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، وَعَسٰى أَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ''۔ (البقرہ:۲۱۶)

ترجمہ:۔''بہت ممکن ہے کہ تم کو ایک چیز پسند نہ ہو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر

ہو، اور ایسا بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہی تمہارے لئے بری اور مضر ہوا، اللہ ہی (حقیقت حال) جانتا ہے، تم نہیں جانتے''۔

یعنی زمامِ اختیار ''ہواوہوس'' کے ہاتھ میں ہرگز مت دینا اور ہمیشہ حکم خداوندی کے مطابق اچھے برے اور پسند وناپسند کا فیصلہ کرنا، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ اس لئے بھی موجودات عالم اور انسانی اختراع کردہ مصنوعات سے انتفاع اور ان کے استعمال کے بارے میں انسان کی رہنمائی اور دستگیری کی شدید ضرورت ہے اور یہ کام مذہب یعنی انسانی دسترس سے بالاتر آسمانی تعلیمات اور احکامِ الٰہیہ ہی انجام دے سکتے ہیں اور اس نظام عالم کے بقا وتحفظ کے لئے علوم دینیہ کا موجود ومحفوظ رہنا ازبس ضروری اور ناگزیر ہے۔

الغرض مذہب کی تعلیمات انسان پر روز افزوں دنیاوی ترقی کے دروازے ہرگز بند نہیں کرتیں، اُس کو جاری رکھنے اور اس کے لوازمات مہیا کرنے پر قدغن ہرگز نہیں لگاتیں۔ مذہب کے متعلق اس قسم کی بہتان تراشی اور اس بنیاد پر خدا کی مخلوق کے دلوں میں مذہب سے نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا کرنا درحقیقت خدا دشمن شیطانوں کا شیوہ ہے اور لادینی کی طرف دعوت دینے والے ملحدوں کا رسوا کن پروپیگنڈہ ہے۔

ذرا سوچئے! مذہب اگر انسان پر روزافزوں مادی ترقی کے دروازے بند کرے تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ لامحدود قدرتِ خداوندی کے نو بنو کرشموں اور عجائبات اسرار الٰہی کے اس ''مظہر'' یعنی کارخانۂ قدرت کی تخلیق عبث ہے اور یہ گردشِ لیل ونہار اور وقت کی رفتار بے معنی اور انسانی فطرت میں ایجادواختراع کا جوہر ودیعت فرمانا عبث ہے، حالانکہ خالق کائنات کا ازلی ابدی کلام ''قرآن عظیم'' اسی آسمان وزمین کی متنوع اور گوناگوں مخلوق اور اسی روز وشب کی گردش یعنی وقت کی رفتار کو اربابِ بصیرت کے لئے خالق کائنات کی آیات (عجائبات اور کرشموں) کا مظہر قرار دے رہا ہے، ارشاد ہے:

''إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ''۔ (آل عمران:۱۹۰)

ترجمہ:۔ ''بیشک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کی گردش میں اربابِ عقل وخرد کے لئے بیشمار (قدرت کی) نشانیاں (رکھی ہوئی) ہیں''۔

اور انہی آیات کو دیکھ کر تو وہ بے ساختہ کہتے ہیں:

''رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ''۔ (آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ:۔ ''اے ہمارے رب! بیشک اس (آسمان وزمین) کو تونے بیکار اور بے مقصد نہیں پیدا کیا تُو تو (بیکار وعبث کام کرنے سے) پاک ومبرا ہے، پس تو ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا (اور اس جہل وکج فہمی اور جحود وعناد سے محفوظ رکھ)''۔

اس لئے مذہب اور دینی تعلیمات پر اس سے بڑھ کر کوئی بہتان نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ روز

افزوں ترقیات کے دروازے اپنے ماننے والوں پر بند کرتا ہے یا علوم دینیہ کی اشاعت دنیوی ترقیات کے منافی ہے اور ان علوم کی درس گاہوں کا وجود ملکی ترقی واستحکام کی راہ میں حائل ہے۔

بلکہ مذہب تو ان تمام انسانی ایجادات واختراعات اور مصنوعات پر (جو اب تک ہوئی ہیں یا آئندہ ہوتی رہیں گی) کنٹرول کرتا ہے۔ جس کی بقاؤ ارتقا اور استحکام کے لئے شدید ضرورت ہے کہ ان کا استعمال صحیح اور برمحل ہو، خالق کائنات کے منشا اور مرضی کے خلاف اور منافی نہ ہو، انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے استعمال کیا جائے، انسانیت کو ظلم وعدوان کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کے لئے ان سے کام ہرگز نہ لیا جائے، روئے زمین پر امن وسلامتی قائم کرنے اور معاشی، اقتصادی اور سیاسی فتنہ وفساد، استعماری لوٹ کھسوٹ کو مٹانے کے لئے ان سے کام لیا جائے، کمزور قوموں کو مغلوب ومقہور کرکے ان کے ملکوں کے ذخائرِ ثروت ورفاہیت پر ڈاکہ ڈالنے اور استحصال بالجبر کرنے کی غرض سے ہرگز ہرگز ان سے کام نہ لیا جائے۔

اسلام تلوار بنانے پر پابندی نہیں لگاتا، ہاں اس کے استعمال پر ضرور پابندی عائد کرتا ہے کہ صحیح طریق پر اس کو استعمال کیا جائے، کیوں؟ صرف اس لئے کہ تلوار ایک ظالم وبے رحم قاتل سے قصاص لینے کے لئے بھی استعمال کی جاسکتی ہے اور ایک بے قصور اور بے گناہ انسان کو اپنی شیطانی اغراض وخواہشات کی راہ سے ہٹانے کے لئے بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔

اسی طرح اسلام عہد حاضر کے حربی اسلحہ، ٹینک، طیارہ شکن توپیں، بمبار طیارے، میزائل، ریڈار اور طرح طرح کے ہلاکت خیز بم بنانے سے منع نہیں کرتا، ہاں ان کے استعمال پر پابندی ضرور لگاتا ہے کہ یہ تمام سامانِ حرب اور آلاتِ جنگ صرف ملک وملت کے دفاع اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ظلم وعدوان کا مقابلہ کرنے اور دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں۔ استعماری اغراض، کمزور قوموں اور ترقی پذیر ملکوں کو اس حربی طاقت کے دباؤ اور زور سے مغلوب ومرعوب کرکے ان ملکوں کی پیداوار، دولت وثروت پر ڈاکے ڈالنے کے لئے ہرگز استعمال نہ کیا جائے کہ یہ عمرانی عدل وانصاف اور مساوات کے منافی اور روئے زمین پر عالمگیر فتنہ وفساد برپا کرنے کا موجب ہے، جیسا کہ مذکورہ سابق آیتِ کریمہ میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔

غرض اسلام مقصد کی تعیین، نیت کی تصحیح، نفوس کے تزکیہ کی اہم ترین ضرورت کو پورا کرتا، اور مقدس ترین فرض کو انجام دیتا ہے، تاکہ عمل خود بخود صحیح ہو جائے۔ حاصل یہ ہے کہ نظام عالم کو برقرار رکھنے کے لئے دونوں قسم کے علوم، عقلی اور نظری علوم، دینی اور آسمانی علوم کا بقا اور تحفظ ضروری اور ناگزیر ہے۔ عقلی اور صناعی علوم وفنون کے بقاء، تحفظ اور ارتقا کی کفیل انسان کی نو بنو حوائج وضروریات ہیں، وہ خود انسان کو معاشی، اقتصادی، سیاسی اور حربی امور میں وقت اور زمانہ کے تقاضوں کے تحت نو

بنوفنون وصنائع، ایجادات واختراعات اور مصنوعات کو عدم سے وجود میں لانے پر مجبور کرتی رہیں گی۔

علوم دینیہ الٰہیہ کو دنیا میں لانے اور محفوظ رکھنے والے انبیأ کرام علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد ان انبیأ علیہم السلام کے ورثا، یعنی حاملین علوم انبیاء ''علماء حق'' ہیں، اس لئے کہ انبیأ علیہم السلام دینار ودرہم، مال ومتاع، جائداد وجاگیر ترکہ میں نہیں چھوڑتے، بلکہ علوم نبوت کی وراثت چھوڑتے ہیں، جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے حاملین علوم نبوت یعنی علماء دین کے طبقہ میں قرناً بعد قرن منتقل ہوتی چلی آتی ہے اور نظام عالم کے توازن کو برقرار رکھتی ہے، خاص کر خاتم النبیین سید الاولین والآخرین ﷺ کی امت کے علمأ اور حاملین علوم کتاب وسنت کہ ان کے متعلق تو سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے: ''العلماء ورثة الأنبياء '' اس حدیث کے پیش نظر علماء امت کا کام وہی ہے جو انبیأ علیہم السلام کا کام ہے۔

اس بحث وتنقیح سے یہ بات تو بالکل ہی صاف اور واضح ہوجاتی ہے کہ علوم دنیا اور علوم آخرت میں کوئی نزاع یا تصادم قطعاً نہیں ہے، ہاں دونوں کے مقاصد اور دائرۂ کار جدا جدا ہیں، اسی لئے یہ بالکل حقیقت ہے کہ اگر ان انسانی علوم وصنائع کو خالق کائنات کی مرضی اور منشاء کی روشنی میں انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کردیا جائے تو یہ دنیا ساری دین بن جائے اور پھر دین اور دنیا کی تفریق جو محض ایک شیطانی مفروضہ اور منصوبہ ہے، بالکل ہی مٹ جائے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ اگر انہی علوم انبیأ کو حصول دنیا اور جلب خواہشات واغراض نفسانی کا وسیلہ بنالیا جائے تو نہ صرف یہ کہ پورا دین دنیا بن جاتا ہے، بلکہ خالق کائنات کی امانت میں خیانت اور بہت بڑا جرم ہوجاتا ہے۔ اس لئے کہ اگر دنیا کا حصول دنیا کے وسائل کے ذریعہ ہوتو عین مصلحت اور عقل کا تقاضا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، لیکن اگر دین کو صرف حصول دنیا کا وسیلہ بنالیا جائے تو یہ ''وضع الشئ في غير محله'' چیز کا بے محل استعمال ہے اور بہت بڑا ظلم اور انتہائی قبیح جرم ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ علوم نبوت کا اصلی مقصد آخرت کے ثمرات وبرکات تو ہیں ہی، لیکن آخرت سے پہلے اسی دنیاوی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی حیات طیبہ اور پاکیزہ ماحول کی تشکیل اور صالح وخدا شناس وخدا پرست معاشرے کی تخلیق بھی علوم انبیأ کا اہم فریضہ ہے، جس کے بارے میں وہ دنیا وآخرت دونوں میں مسئول ہیں۔ خدا شناسی، خدا پرستی، خدمت خلق، امن وامان کی ضمانت، انسانیت کی فلاح وبہبود وغیرہ انسانی کمالات وفضائل اور وسائلِ سعادت ایک قابل رشک معاشرے کے وہ خدوخال ہیں، جو انسان کو صحیح معنی میں مسجود ملائک اور اشرف المخلوقات بنادیتے ہیں اور علوم آخرت کے وہ ثمر پیش رس ہیں، جو اس دنیا کو بھی جنت بنادیتے ہیں۔

یہ تو علوم الٰہیہ دینیہ کی برکات ہیں، اس کے برعکس نرے عقلی اور فنی علوم وفنون کی ہلاکت

آفرینی اور ایک ایسے لادینی معاشرے کا جہنمی چہرہ اور انسانیت کے لئے نہ صرف باعث ننگ و عار، بلکہ انتہائی بھیانک خدو خال بھی دیکھئے جو علوم الٰہیہ دینیہ سے باغی اور خدا اور رسول کی تعلیمات سے نہ صرف محروم، بلکہ ان کی بیخ کنی کے درپے ہے اور صرف نفسانی اغراض وخواہشات کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور ہے، حالانکہ فنی (سائنسی) علوم وفنون اور اختراعات وایجادات کے اس معراج کمال پر پہنچا ہوا ہے کہ کائنات ارضی کو بزعم خود مسخر کر لینے کے بعد کائنات سماوی کی تسخیر کی تگ ودو میں مصروف ومنہمک ہے، ان فنی اور سائنسی علوم وفنون کی پیداوار کیا ہے؟ اور ایسے لادینی معاشرہ کے خدو خال کیا ہیں؟ فرعونیت اور قہاریت ہے، بے پناہ ظلم وعدوان ہے، عالمگیر اقتدار وتسلط کا بھوت ہے، درندے بھی جس سے شرمائیں وہ بے رحمی اور قساوت ہے، جانور بھی جس سے کترائیں وہ خود غرضی اور نفس پرستی ہے، کمزورکشی اور استحصال بالجبر ہے، بے دریغ خونریزی اور جہاں سوزی ہے، عریاں درندگی اور بہیمیت ہے، یہ وہ انسانیت سوز نحوستیں اور لعنتیں ہیں جنہوں نے قیامت سے پہلے ہی اس روئے زمین کو جہنم بنا رکھا ہے۔

ان فراعنۂ وقت امریکہ، روس اور برطانیہ وغیرہ طاغوتی طاقتوں کے سیاہ کارنامے، ننگِ انسانیت عزائم اور مادی طاقت کے مظاہرے آپ روزانہ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔ دیکھا آپ نے ان نرے مادی علوم وفنون کے ارتقا اور سائنسی اکتشافات وایجادات کی فراوانی نے اس وقت دنیا کو کس خطرناک دورا ہے بلکہ جہنم کے کنارے لاکر کھڑا کر دیا ہے؟۔ آپ کو معلوم ہے کہ روس میں امریکہ کو تباہ کرنے اور جہنم بنا دینے کے لئے غیر معمولی پاور کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم اور میزائل راکٹوں کے اندر رفتہ جہاں سوزی کے لئے تیار رکھے ہوئے ہیں اور امریکہ میں روس کو جہنم بنا دینے کے لئے ناقابل قیاس پاور والے آتش بار بم تیار رکھے ہوئے ہیں، صرف بٹن دبانے کی دیر ہے، آن کی آن میں امریکہ روس کو ہیروشیما اور روس امریکہ کو ہیروشیما بنا سکتا ہے اور ان دونوں براعظموں میں برسنے والے بموں کے ذرات اور تابکاری کے اثرات یورپ اور ایشیا کو پھونک ڈالنے کے لئے کافی ہیں، یہ ہے علوم آخرت کی گرفت سے آزاد محض عقلی اور سائنسی علوم وفنون اور سائنسی ارتقا کا کارنامہ۔

ہاں! اگر علومِ آخرت کے کنٹرول میں رہ کر اور ان کی سرپرستی ونگرانی میں یہ فنی اور سائنسی علوم وفنون اور ایجادات واختراعات پروان چڑھیں اور ترقی کریں تو یقیناً یہ سائنسی علوم وفنون فلاح انسانیت اور خدمت خالق ومخلوق کے بہترین وسائل بن سکتے ہیں، اس لئے بھی علوم دینیہ کی درس گاہوں اور حاملین علوم نبوت یعنی علماء دین کا بابرکت وجود اس روئے زمین خصوصاً مملکت پاکستان کے لئے ازبس ضروری اور ناگزیر ہے۔